دینی مدارس میں اصلاح کی مساعی: اصل توجہ طلب پہلو

مولانا حبیب الرحمٰن

مدارس اسلامیہ کے ذریعے برصغیر بالخصوص ہندوستان میں اسلام اور مسلمانوں کی بقاوترقی کا جومحیر العقول کام ماضی قریب میں انجام پایا، وہ تاریخ کا ایک حیرت انگیز باب ہے، عالم اسباب میں اس کی صورت یہ ہوئی کہ ان مدارس نے مسلسل ملت اسلامیہ کوایسے افراداور رجال کار عطا کئے جواپنی اپنی جگہ ایک ایک اُمت سے کم نہ تھے، ان نابغہ روزگار علماء نے زندگی کے ہر میدان میں بھرپور کارگزاری کا مظاہرہ کیا، اخلاص وایثار کے ساتھ مسلمانوں کی دینی، ملی، سیاسی اور سماجی ضرورتوں کو پورا کیا اور پچھلی صدی کے زبردست سیاسی وتہذیبی طوفان کے درمیان سے برصغیر کے مسلمانوں کا سفینہ پوری احتیاط اور دانش مندی سے نکال کر لے گئے۔ فجزاھم اللہ عنا وعن سائر المسلمین

مسلمانوں کے مردم ساز اداروں کی اس تاریخی خدمت کو جس قدر بھی خراجِ تحسین پیش کیا جائے، کم ہے، لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ عرصہ دراز سے مردم سازی کا یہ کام توقع کے مطابق پورا نہیں ہورہا ہے اور امت مدارس کی کثرت کے باوجود ان دینی وملی فوائد سے بڑی حد تک محروم ہے جو اس کو ماضی میں مدارس کی قلت کے باوصف مہیا رہے ہیں، ملت کے ہوش منداس غم ناک صورت حال سے تشویش محسوس کررہے ہیں اور اپنے اپنے نقطہ نظر سے ان خامیوں اور کمزوریوں پر غور اور ان کی تلافی کی راہیں تلاش کررہے ہیں، جن کے سبب یہ سانحہ پیش آرہا ہے۔

ایک نقطہ نظر کا حاصل یہ ہے کہ نصابِ تعلیم ان ضرورتوں کو پورا نہیں کررہا ہے جنہیں عصر حاضر اپنے جلو میں لے کر آیا ہے اور اس سے وہ ذہن سازی نہیں ہوپاتی، جو عصر حاضر کے چیلنج کا جواب بن سکے، اس لئے اس نقطہ نظر والوں کی تمام ذہنی توانائیاں نصابِ تعلیم میں ترمیم وتبدیل، حذف واضافہ پر صرف ہورہی ہیں۔

کوئی کہتا ہے کہ اساتذہ میں جوہر علم منتقل کرنے کی وہ صلاحیت باقی نہیں ہے جو ماضی میں موجود تھی، ان میں کردار کا وہ مقناطیس نہیں جو افراد کو اپنی طرف جذب کرلے، ان کے دلوں میں حسن نیت اور اخلاص کی وہ لو نہیں ہے جس سے دوسرا

چراغ روشن ہو سکے۔

کسی کے نزدیک اس صورتحال کا سرچشمہ خود طلبہ کی کمزوریاں ہیں، ان میں طلب صادق نہیں جو منزل کی رہنمائی کے لئے ضروری ہے، وہ ذوقِ تشنگی نایاب ہے جو آبِ حیات کی طرح گامزن کر دے، وہ جذبہ اخلاص نہیں جو علم کی خاطر شمع کی طرح پگھلنے کی کیفیت پیدا کرتا رہے۔

ایک جماعت کے نقطہ نظر کے مطابق اس صورتحال کی ذمہ داری مدارس اسلامیہ کے ماحول پر عائد ہوتی ہے کہ مدارس میں وہ ماحول باقی نہیں رہا جو خوش گوار موسم کی طرح غنچوں میں زندگی اور شادابی کی روح پھونکتا رہتا ہے اور بہاریں خود سمٹ کر ان کا جزوِ حیات بن جایا کرتی تھیں۔

یہ تمام اسباب وعوامل یقیناً کسی نہ کسی درجہ میں موجود ہیں جن سے انکار کی گنجائش نہیں ہے، لیکن اسی کے ساتھ واقعہ یہ ہے کہ یہ مرض کی صحیح ومکمل تشخیص نہیں ہے، اصل یہ ہے کہ کردار اور شخصیت سازی کی وہ سعی ومحنت باقی نہیں رہی جو حضراتِ اکابر کا طرۂ امتیاز رہی ہے، موجودہ انحطاط کی سب سے بڑی وجہ ہی یہ ہے کہ افراد سازی کی مہم سے غفلت برتی جا رہی ہے، عرصہ دراز سے فضلاءِ مدارس کو ان کی صلاحیت وحیثیت کے مطابق مشغلے نہیں دیئے جا رہے ہیں بلکہ ہر نوعمر فاضل کو خلاءِ بسیط میں اس طرح آزاد چھوڑ دیا جاتا ہے جس کو کنٹرول کرنے والی کوئی طاقت موجود نہیں ہوتی، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ خلا میں گردش کرتا ہوا کسی ایسی سمت نکل جاتا ہے جہاں اس کی تمام علمی وفکری توانائیاں ضائع ہو جاتی ہیں۔

ایک زمانہ تھا کہ حضرات اکابر ہر سال کے فضلاء پر گہری نظر رکھتے تھے اور ان کو حسب صلاحیت تدریسی، تصنیفی، ملی اور سماجی خدمات پر مامور فرما دیتے تھے، اس طرح صالح اور کارآمد عناصر کی تربیت کا کام انجام پاتا رہتا تھا، حضرت شیخ الہند اور حضرت مولانا حبیب الرحمان عثمانی رحمہما اللہ کے طریق تربیت کو اس کی نظیر میں پیش کیا جا سکتا ہے کہ ان دونوں بزرگوں نے کس کس طرح افراد کی تربیت کی اور فضلاء کی صلاحیتوں کو صحیح سمت دینے کے لئے کس طرح ان پر نظر رکھی۔

اب صورتحال یہ ہے کہ مدارس دینیہ کی سرزمین پر جو نہال تازہ لگتا ہے، یا تو جامعہ طبیہ وغیرہ میں اس کا قلم لگا دیا جاتا ہے یا معاشی استحکام کی طمع اس کو ہندوستان کے عصری اداروں اور عرب کے جامعات وغیرہ میں کھینچ لے جاتی ہے اور ہمارے یہاں پیدا ہونے والا ایک ایک جوہر قابل اپنی صلاحیتوں کو دوسرے میدانوں میں منتقل کر دیتا ہے اور ہمیں اس کی کوئی فکر نہیں ہوتی۔

بہتر ہوگا کہ مدارس کے ذمہ دار اکابر، ماضی کے صرف بیس سال کا تفصیلی چارٹ تیار کرائیں اور یہ دیکھیں کہ مدارس سے نکلنے والے جم غفیر میں جوہر قابل کتنے تھے؟ پھر یہ کہ ان میں کتنے فضلاء جامعہ طبیہ کی نذر ہو گئے، کتنوں نے اپنا سفینہ جدید تعلیم کے طوفان میں ڈال دیا اور کتنے عرب جامعات وغیرہ کی طرف پرواز کر گئے اور کتنے ایسے ہیں جو ہندوستان کے مسلمانوں کی علمی، دینی، ملی خدمت کا کام انجام دے رہے ہیں؟ پھر یہ کہ جو خدمت بخت واتفاق سے ان کے سپرد

ہوگئی ہے، کیا وہ ان کی صلاحیتوں کا صحیح استعمال ہے؟ نیز ہندوستان کے مسلمانوں کی خدمت میں مصروف فضلاء واقعتاً یہ کام خدمت سمجھ کرانجام دے رہے ہیں، یا ایسی مجبوریاں آگئیں کہ وہ زندگی کا رُخ اور نہج تبدیل نہ کر سکے؟

ہمیں یقین ہے کہ اس طویل مدت میں معدودے چند فضلاء ہی امت کے ہاتھ آئے ہوں گے اور وہ بھی ایسی جگہوں پر اپنی صلاحیتوں کا استعمال کر رہے ہوں گے جوان کے لئے موزوں نہیں، بس یہی ایک سب سے بڑی وجہ ہے کہ امت ان مدارس کے صحیح فائدے سے محروم ہوتی جارہی ہے۔

اس اندوہناک صورتحال کو تبدیل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ مردم سازی کی مہم بڑے اہتمام سے شروع کردی جائے، مدارس دینیہ سے فارغ ہونے والے باصلاحیت نوجوانوں کا انتخاب، پھر ان کی صلاحیت کے مطابق کاموں کی تفویض اور نگرانی ہی دراصل اس صورت حال کو ختم کرسکتی ہے، ورنہ اگر نصابِ تعلیم، اساتذہ اور طلبہ کی خامیاں اور مدارس کا ماحول ہی پیش نظر رہا اور اصلاح کا سارا زور بس اسی جانب صرف کیا جاتا رہا تو اس سے صورت حال میں کسی خاطر خواہ بہتری کی توقع نہیں کی جاسکتی، کتنا اچھا ہو کہ مدارس کے ذمہ دار بالخصوص بڑے مدارس کے ارباب حل وعقد اس طرف توجہ دیں اور امت کے اجڑے ہوئے گلستاں میں پھر وہی بہاریں خیمہ زن ہو جائیں جن کی کمی محسوس کی جارہی ہے۔

☆......☆......☆

وفاق المدارس کے اغراض ومقاصد

''وفاق المدارس'' کے اغراض ومقاصد میں اہل علم کے درمیان توافق ورابطہ، نظام تعلیم میں یکسانیت اور امتحانات ونصاب میں یکجہتی کو کلیدی حیثیت حاصل ہے۔ ان امتحانات میں ملک بھر کے مختلف مدارس وجامعات کے ہزاروں طلبہ وطالبات شرکت کرتے ہیں۔ انتظامی طور پر یہ ایک مشکل مسئلہ ہے کہ خیبر سے کراچی اور کوئٹہ سے گلگت تک تمام مدارس میں ایک ہی وقت اور ایک ہی دن میں امتحان انعقاد پذیر ہوں۔ چنانچہ حکومت اپنے تمام تر وسائل کے باوجود ہر ڈویژن میں الگ تعلیمی بورڈ قائم کرتی ہے۔ مگر بحمد اللہ ''وفاق المدارس'' اس ذمہ داری سے باحسن وجوہ عہدہ برآ ہو رہا ہے۔ ابتدا میں صرف ''شہادۃ العالمیہ'' (دورہ حدیث شریف) کا امتحان ''وفاق المدارس'' کے تحت منعقد ہوتا تھا۔ بعد ازاں تحتانی درجات کے امتحانات بھی ''وفاق المدارس'' نے لینا شروع کردیے، چناں چہ اب درس نظامی کی تکمیل کرنے والے ہر طالب علم اور طالبہ کے لیے اپنی مدت تعلیم میں ۵، سالانہ امتحانات، ''وفاق المدارس'' کے تحت دینا ضروری ہیں۔ ان میں مزید اضافہ شعبہ حفظ وتجوید کے طلبہ وطالبات کے امتحانات کا ہوا۔

(دینی مدارس کا مقدمہ: ۳۸)